www.KitaboSunnat.com

ازالة الشبهة عن عدم تحريك السبابة في الجلسة مع الإشارة

ابوالمحبوب سیّد انور شاہ راشدی

پیش نظر مضمون علامہ محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے پوتے سید انور شاہ راشدی صاحب کا تحریر فرمودہ ہے۔ اس بات کا تذکرہ تحصیل حاصل ہے کہ تشہد میں تحریک سبابہ وعدم تحریک سبابہ مختلف فیہ مسائل میں سے ہے۔ ہمارے ممدوح، جیسا کہ عنوانِ مضمون سے ظاہر ہے، عدم تحریک کے حامی ہیں اور پیش نظر مضمون میں انھوں نے اپنے اسی موقف کو بیان کیا ہے۔ مضمون کے حسن وقبح کا فیصلہ قارئین ہی کریں گے، تاہم سر دست ایک نکتے کی طرف ہم فاضل مضمون نگار کی توجہ مبذول کرانا چاہیں گے، وہ یہ کہ آیا تحریک اور اشارے میں فی الحقیقت منافات ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیا تطبیق وتوفیق کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟

عصر حاضر میں یہ رجحان خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے کہ اپنے موقف کے خلاف حدیث کی صحت کو بہ عجلت ناقابل اعتبار ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ علماء سے ہماری استدعا ہے کہ وہ موضوعِ زیر بحث پر عقلی ونقلی (روایتا ودرایتا) ہر دو طرح سے غور فرمائیں اور پھر وسعت ورعایت رکھتے ہوئے حاصل شدہ نتیجے سے اہل علم کو آگاہ فرمائیں تاکہ مرورِ زمانہ اور مزید تحقیق کی وجہ سے اپنا موقف تبدیل کرنے میں کوئی بات رکاوٹ نہ بنے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ اعتدال پر گامزن فرمائے۔ آمین (ح۔ح۔ن)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم . أما بعد!

محققین، علماء وفضلاء کے مابین یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے کہ نماز میں تشہد کی حالت میں انگلی کو حرکت دی جائے یا نہ دی جائے اور آج تک یہ اختلاف جاری ہے۔ راقم نے بھی سوچا کہ اس پر کچھ لکھا جائے، اس لیے کچھ سطور قارئین کے لیے نذرِ قرطاس کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے حق وسچ لکھنے، اس پر عمل کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

طرفین کے موقف تحریک وعدم تحریک کی دلیل ایک ہی روایت ہے اور یہی روایت طرفین کی قوی ترین دلیل ہے جو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی "الصحيح"، امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی "المسند" (۱۴/ ۲۸۹) اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی ''سنن'' میں ذکر کیا ہے۔

اس روایت کو عاصم بن کلیب کے جتنے بھی شاگرد ہیں (جن سے یہ روایت مروی ہے) مثلاً: سفیان ثوری (مسند أحمد: ۱۴/ ۲۸۹)، شعبہ (المسند: ۱۴/۲۹۱)، سفیان بن عیینہ (المسند: ۱۴/۲۸۶)، زہیر بن معاویہ (المسند: ۱۴/۲۹۱)، ابوعوانہ (طبرانی کبیر: ۲۲/۳۳)، قیس بن ربیع (طبرانی کبیر: ۲۲/۲۹)، خالد بن عبداللہ الواسطی (سنن الكبرىٰ للبیہقی: ۲/۱۳۱)، عبدالواحد بن زیاد العبدی (مسند احمد: ۱۴/ ۲۸۴)، عبداللہ بن ادریس الأودی (ابن ماجہ: ۹۱۲)، ابوالأحوص سلام بن سلیم (مسند الطیالسی، طبرانی کبیر: ۲۲/۳۰) ان میں سے کسی نے بھی تحریک السبابۃ کی زیادتی بیان نہیں کی سوائے زائدہ بن قدامہ کے۔ اس لیے عدمِ تحریک کے قائلین ہمیشہ سے اس زیادتی کا انکار کرتے آئے ہیں۔

یہ بات بالکل بجا ہے کہ زائدہ بن قدامہ ثقہ ثبت ہے لیکن اس نے جو زیادتی بیان کی ہے دیگر رواۃ، جو اس کی نسبت اوثق اور اثبت ہیں، میں سے کسی نے بیان نہیں کی جن کا ابھی کچھ سطور پہلے ذکر گزرا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ یہاں ''زیادۃ الثقہ'' کی بحث کو طول دیا جائے، میں یہاں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس روایت میں زائدہ بن قدامہ کی جو زیادتی ہے وہ ناقابل حجت ہے اور ''شاذ'' ہے اگرچہ آج تک اس زیادتی کو ''زیادۃ الثقہ'' کے تحت تحریک السبابہ کا موقف رکھنے والے قبول کرتے آئے ہیں اور کرتے ہیں، جیسا کہ ماضی قریب کے معروف محقق علامہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور عصر حاضر کی معروف شخصیت حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب کے اندر اس بات کا اظہار کیا ہے، تفصیل کے لیے ''تمام المنہ'' اور ''نماز نبوی'' ملاحظہ فرمایئے۔

مذکورہ مراجع میں دونوں محققین نے زائدہ کی زیادتی کو قبول کیا ہے اور عدمِ تحریک والی روایت کو ''شاذ'' یا ''منکر'' قرار دیا ہے، حالانکہ زائدہ کی یہ زیادتی دو طرح سے شاذ اور غیر منقول ہے۔

قبل اس کے کہ میں یہاں اس زیادتی کے شاذ ہونے کے متعلق بحث کروں، میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ بعض علماء تحریک وعدمِ تحریک کے مابین تطبیق دیتے ہیں جن میں ماضی کی پرکشش شخصیت اور بہت بڑے عالم وزاہد، متقی وپرہیزگار اور ہمارے کرم فرما مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ صاحب تعلیقات سلفیہ ہیں [1]، چنانچہ آپ رحمہ اللہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"فيه أن التجريك سنة وقد ورد في حديث ابن زبير: "ولا يحركها" فالجمع بينهما أنه كان يحركها تارة ولا يحركها أخرىٰ۔ والله أعلم۔ قاله الفنجابي۔" (التعليقات السلفية: ٢/٢٣٦)

''اس حدیث میں ہے کہ حرکت دینا سنت ہے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "ولا یحرکھا"، یعنی حرکت نہ دینے کے الفاظ وارد ہوئے ہیں تو ان دونوں کے درمیان جمع وتطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ کبھی سبابہ کو حرکت دی جائے اور کبھی نہ دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فنجابی نے یہ کہا ہے۔''

تو اس طرح دونوں باتوں پر عمل ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں اب اس بات کی طرف آتا ہوں کہ زائدہ کی یہ زیادتی دو طرح سے شاذ اور غیر مقبول ہے:

۱۔ اوّل تو زائدہ نے جو زیادتی بیان کی ہے وہ ان میں سے کسی نے بھی نہیں بیان کی جو اس سے زیادہ اوثق واثبت ہیں۔

۲۔ دوم یہ کہ اس نے اس روایت کی مخالفت کی ہے جو سنن ابی داود اور سنن نسائی (۲/۲۳۷) میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں:

"أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يشير باصبعه إذا دعا ولا يحركها."

''بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے (جب دعا پڑھتے) اشارہ کرتے تھے اور اس کو حرکت نہیں دیتے تھے۔''

اس روایت میں دو مدلس راوی ہیں مگر ان کی تدلیس مضر نہیں، اس لیے کہ ابن جریج کے سماع کی تصریح سنن نسائی اور مسند ابی عوانہ (۲/۲۲۶) میں موجود ہے۔

محمد بن عجلان کی روایت "ولا یحرکھا" کی زیادتی کے بغیر صحیح مسلم میں اسی طریق سے مروی ہے اور اس کی متابعت مخرمہ بن بکیر نے نسائی (۱/ ۱۷۹) میں اور عثمان بن حکیم نے مسلم (۵۷۹) اور ابوعوانہ (۲/۲۲۵) وغیرہما میں کی ہے اور انھوں نے یہ زیادتی بیان نہیں کی، لہٰذا یہ روایت الحمد للہ بالکل صحیح ہے، اسی لیے علامہ البانی رحمہ اللہ اور محقق نسائی ابوالاشبال احمد شاغف حفظہ اللہ نے نسائی (۲/۲۳۷/ ۱۲۷۱) میں صرف "ولا یحرکھا" کی زیادتی کو شاذ قرار دیا ہے۔

گویا ان کے نزدیک بھی بغیر زیادتی کے یہ روایت صحیح ہے۔

"ولا یحرکھا" کی زیادتی کو شاید شاذ اس لیے قرار دیا جاتا ہے کہ یہ زیادتی محمد بن عجلان کے سوا کسی نے بیان نہیں کی۔ اعتراض کی اگر یہی بات ہے تو یہ اعتراض زائدہ پر بھی وارد ہوتا ہے کہ اس نے بھی جو زیادتی بیان کی ہے وہ کسی اور نے بیان نہیں کی۔

(۱) جن کے متعلق ہمارے چچا سیّد راشد شاہ راشدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سیّد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے ہمراہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ سے ملاقات کرنے کے لیے گئے تو محترم چچا بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ جب ان سے ملنے لگے تو انھوں نے پہلے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ یہ نظارہ دیکھ کر میں ششدر وحیران ہو گیا، پھر میں نے بعد میں اپنے چچا سے دریافت کیا کہ چچا! یہ کیا بات ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ بھتیجا! یہ لوگ اسی مرتبے کے ہیں۔ اگر اس مرتبے کے لوگ یہ نہیں ہیں تو پھر اور کون ہو سکتے ہیں، لہٰذا ان کا جو مرتبہ ہے ان کو دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو معاف فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک طرف تو زائدہ کی زیادت کو قبولیت کا درجہ دیا جاتا ہے اور دوسری طرف محمد بن عجلان کی زیادت کو شاذ قرار دیا جاتا ہے یہ کیسا انصاف ہے؟ آخر ایسا کون سا خارجی قرینہ ہے جس کی بنا پر صرف زائدہ کی زیادت کو قبول کیا جائے اور ابن عجلان کی زیادت کو شاذ قرار دے کر رد کر دیا جائے جبکہ زائدہ اور ابن عجلان دونوں نے ہی زیادتی بیان کی ہے۔

یہاں ابن عجلان کی تدلیس مضر نہیں جیسا میں پہلے عرض کر چکا ہوں کیونکہ ایک تو اس کی روایت صحیح مسلم میں ہے دوسری بات یہ کہ مدلس کی جب متابعت آ جائے یا وہ کسی اور جگہ سماع کی تصریح کر دے اور وہ مدلس راوی ایسی زیادتی بھی بیان کر دے جو کسی اور نے نہ کی ہو تو وہ زیادتی مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ اس روایت کا مخرج ایک ہی ہو، جیسا کہ ماضی کے محدث ہمارے جد امجد سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ مقالات راشدیہ میں فرماتے ہیں:

"إن بلالاً كان يؤذن على باب المسجد."

"بے شک حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے پر اذان دیا کرتے تھے۔"

اس طریق میں گو ابن اسحاق مدلس ہے اور روایت عن سے کرتا ہے لیکن اسی ابن اسحاق کے طریق سے امام احمد رحمہ اللہ کے مسند میں زہری سے یہی روایت موجود ہے اور اس میں ابن اسحاق سماع کی تصریح کرتا ہے، لہٰذا تدلیس کا شبہ نہیں رہا۔ بعض علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کے مسند میں جو ابن اسحاق کی روایت ہے اس میں اگرچہ سماع کی تصریح موجود ہے لیکن اس مصرح بالسماع روایت میں یہ زیادت "علی باب المسجد" موجود نہیں، لہٰذا یہ محل نظر ہے لیکن چونکہ یہ حدیث ایک ہی ہے اور مخرج واحد ہے اور ابن اسحاق کے سوائے اور سب رواۃ ثقہ ہیں اور ابن اسحاق سماع کی تصریح بھی کر رہا ہے تو یہ زیادۃ الثقہ ہے جو دوسری روایات کے منافی نہیں۔" (مقالات راشدیہ: ۱/۲۶۶)

ابن عجلان کی روایت کی بھی بعینہ یہی صورت حال ہے کہ حدیث بھی ایک ہے اور مخرج بھی ایک اور اس نے بھی زیادت بیان کی ہے۔ ساتھ ساتھ اس کی متابعت کرنے والے بھی موجود ہیں۔ بہر کیف حدیث ایک ہی ہے اور مخرج بھی ایک ہے، لہٰذا ابن عجلان کی یہ زیادت مقبول ہے۔

اگر پھر بھی اس زیادت کے شاذ ہونے کا اصرار ہے تو ابن عجلان کی زیادت موجود ہے۔ اب ان دونوں زیادتوں کے لیے کوئی ایسا خارجی قرینہ ہونا چاہیے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کو راجح کر دے کیونکہ یہ دونوں زیادتیں بالکل آمنے سامنے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو شاذ قرار دے کر رد کرنا ہے تو اس کے لیے خارجی دلیل کی ضرورت ہے۔ بغیر دلیل کے کسی ایک کو راجح قرار نہیں دیا جا سکتا۔

زائدہ کی زیادت کے لیے ایک خارجی قرینہ موجود ہے جس کو امام بیہقی نے واقدی کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"إن النبي ﷺ قال: ((تحريك الاصبع في الصلاة مذعرة للشيطان.)) (بيهقي: ٢/١٣١)

لیکن یہ قرینہ ناکافی ہے اور ناقابل حجت ہے کیونکہ اس روایت میں ایک راوی واقدی ہے جس کے بارے میں ادنیٰ سا طالب علم بھی جانتا ہے کہ اس کا روایت حدیث میں کیا مقام و درجہ ہے، لہٰذا اس روایت کو حجت نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کے برعکس ابن عجلان کی زیادت کے لیے ایک صحیح اور قوی قرینہ موجود ہے، شاید آج تک کسی اہل علم و قلم نے سے بیان نہیں کیا یا شاید انھیں ملا ہی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

قارئین کے لیے وہ روایت میں باسند پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

"حدثنا عمر بن محمد الهمداني ثنا زيد بن أخزم ثنا أبو عامر العقدي ثنا كثير بن زيد عن مسلم بن أبي مريم عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه أنه كان يضع يده اليمنى على ركبته اليمنى ويده اليسرى على ركبته اليسرى ويشير

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بـأصبعـه ولا يحـركهـا ويقول: إنهـا مذبة الشيطـان، ويـقـول: كـان رسول اللّٰـه ﷺ يفعله." (كتاب الثقات لابن حبان: ٧/٤٤٨)

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اس کو حرکت نہیں دیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہ شیطان کے لیے چوکہ ہے۔ اور آپ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

قارئین! ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کو مرفوع بیان کیا کہ آپ ﷺ ایسا کرتے تھے۔ بہرکیف یہ روایت حسن ہے یا صحیح ہے اور اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ وصدوق ہیں اور اس میں کوئی بھی علت نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ تحریر سے یہ ثابت ہوا کہ تحریک سبابہ کی زیادت شاذ ہے، نہ کہ عدم تحریک سبابہ کی۔

یہی بات ہمارے جد امجد علامہ سیّد محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "إزالة الأكنة عن بعض المواضع في تمام المنة" میں علامہ البانی کی کتاب "تمام المنة" پر تعلیق لگاتے ہوئے فرمائی ہے، چنانچہ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قـلـت قـد تكلف العلامة وتوسع في الكلام عـلـى تـحـريك السبـابة لكني أتيقن أنه على الـخـطـاء، فإنّا إن قلنا إن رواية التحريك شاذة لـكـنّا على الصواب فإن حديث ابن الزبير رضي الله عنه الـذي فيـه عـدم التحريك قدأ يده حديث ابن عمر رضي الله عنه الـذي أخـرجه ابن حبان في المجلّد السـابـع مـن الثـقات بإسناد جيد حسن أنه لا يتـحـرك الاصبع، وأشـار في أخره بالرفع. فـالانـصـاف حـقـا على العلامة لا علينا، ثم يـؤيـد مسلكنا حديث مالك بن نمير المخرج فـي أبي داود والنسائي ففيه وقد أحناها شيئًا. وهـذا حـديـث حسـن، فتـدبر، وقد صحح الباني رحمه الله نـفسـه حـديـث مالك بن نمير في صـحـيـح الـنسائي، والله أعلم. (أبو القاسم عفا اللّٰه عنه)"

''میں کہتا ہوں: علامہ البانی رحمہ اللہ نے تکلف سے کام لیتے ہوئے تحریک سبابہ کے متعلق کافی کلام کیا ہے لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ بلاشبہ وہ خطا پر ہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ حرکت دینے والی روایت شاذ ہے تو اس میں شک نہیں کہ ہم حق پر ہیں کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت (جس میں عدم تحریک کا ذکر ہے) کی تائید عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن حبان نے اپنی کتاب ''الثقات'' کی ساتویں جلد میں اسنادِ جید وحسن سے ذکر کیا ہے جس میں ہے کہ وہ (ابن عمر رضی اللہ عنہ) انگلی سے بغیر تحریک کے اشارہ کیا کرتے تھے۔ اور آخر میں اس کے مرفوع ہونے کا بھی اشارہ کیا ہے۔ بہرکیف انصاف کرنا علامہ البانی پر عائد ہوتا ہے نہ کہ ہم پر، پھر ہمارے مسلک کی تائید مالک بن نمیر کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابوداود اور نسائی نے روایت کی ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ اس (انگلی) کو تھوڑا سا جھکاتے تھے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے خود مالک بن نمیر کی حدیث کو صحیح سنن نسائی میں صحیح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔''

یہ تھی ہمارے جد امجد رحمہ اللہ کی تعلیق جو آپ رحمہ اللہ نے علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب تمام المنہ میں متعلقہ بحث پر ثبت کی جس کو قارئین نے ملاحظہ فرمایا۔ بہرحال اب فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ اس تحریر کے متعلق کیا اظہارِ خیال فرماتے ہیں۔ راقم کو جو بات صحیح نظر آئی وہ رقم کی۔ آگے اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ میں کہاں تک اپنے موقف میں صحیح ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری بشری لغزشوں کو معاف فرمائے، آمین۔ هذا ما عندي والله أعلم بالصواب.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ